عورت کے حقوق و فرائض

اور دائرہ کار

ـــــــــــــــــــ پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عورت کے حقوق و فرائض اور مقام حیثیت کے تعین میں ہمیشہ افراط و تفریط سے کام لیا جاتا رہا ہے۔ کبھی تو اسے اوج ثریا تک رفعت دی گئی اور کبھی تحت الثری کے قعر مذلت میں دھکیل دیا گیا۔ کبھی عورت کو سخت پردہ کا پابند خیال کیا گیا اور کبھی پردہ کی پابندی کو قید تصور کر کے عورت کو آزادانہ اپنی دلکشی اور بناؤ سنگھار کی نمائش کے قابل سمجھا گیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ رومن ایمپائر اپنے وقت کی متمدن ترین سلطنت تھی۔ اس وقت رومانی عورتیں گھریلو کام کاج میں گہری دلچسپی لیتی تھیں جب کہ گھر کے باہر کی تمام مصروفیات مردوں کے ذمہ تھیں۔ وہ شدید ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلتیں اور اس وقت بھی سخت پردے کا اہتمام کرتیں۔ یہاں تک کہ جو عورت دایہ گری کا کام کرتی تھی وہ بھی اپنے گھر سے نکلتے وقت بھاری نقاب سے اپنا چہرہ چھپائے ہوتی اور پھر اوپر ایک موٹی چادر اس طرح اوڑھتی کہ شکل کا نظر آنا تو کیا جسم کی بناوٹ کا بھی پتہ نہیں چل سکتا تھا۔ اس دور میں رومن قوم نے علوم و فنون میں کمال حاصل کیا اور فتوحات ملکی اور عظمت و کمال میں پوری دنیا پر تفوق حاصل کیا۔ بعد ازاں وقت آیا کہ عورتوں کے پردہ اور قرار فی البیت کو قید تصور کیا جانے لگا، عورتیں گھروں سے نکل کر بیرون خانہ مردوں کے شانہ بشانہ مصروف کار ہو گئیں، ذکور و اناث میں اختلاط ہوا، عورت کی حیا ختم ہوئی، عصمت جاتی رہی بلکہ وقار بھی نہ رہا۔ وہ بازاری مال قرار پائی۔ سات پردوں میں مستور رہنے والیوں نے نیم عریاں لباس میں ناچنے اور گانے کا مشغلہ اختیار کیا اور یوں عورت شمع محفل بن گئی۔ مردوں کی ایک اکثریت لہو و لعب میں پڑ گئی، وہ عورتوں پر جانیں فدا کرنے لگے۔ ایوان سلطنت میں عورت کو رسائی ملی۔ عورت کے معمولی اشارے پر بڑے بڑے عہدیدار معزول کر دیئے جاتے۔ گویا عورت کی خوشنودی مرد کا مقصد حیات اور مطمح

تنفر ٹھہری۔ یہ حالت ہوئی تو رومن ایمپائر کی بربادی شروع ہوئی۔ اس عظیم سلطنت کا شاندار اور مستحکم محل عورت کے نازک ہاتھوں زمین بوس ہو گیا اور ساری عظمت اور شان و شوکت خاک میں مل گئی۔ عورت فطری طور پر درون خانہ کے امور کی ذمہ دار تھی اور مرد بیرون خانہ کی دوڑ دھوپ کے اہل تھا۔ لیکن قانون فطرت کی خلاف ورزی نے نتیجہ دکھایا اور متمدن اور موقر معاشرہ عریانی اور فحاشی کے ہاتھوں ذلت کے گڑھے میں جا گرا۔ اس وقت کے دانش وروں نے ثابت کیا کہ عظمت کی بلندی کا ادبار کی ذلت میں تبدیل ہونا محض عورتوں کے بیرون خانہ مشاغل میں انہماک اور پردہ ترک کر دینے کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ اس کے ردعمل کے طور پر عورت کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ عورتوں پر اچھی غذا کھانا ممنوع قرار دے دیا گیا۔ ان کے ہنسنے اور بولنے پر پابندی لگا دی گئی۔ ان کے منہ پر سیر موزنامی قفل چڑھا دیا جاتا اور وہ گفتگو نہ کر سکتیں۔ اگر عورت سے کوئی قصور سرزد ہو جاتا تو اسے انتہائی ذلیل اور بے وقعت مخلوق تصور کرتے ہوئے سخت سے سخت سزا دی جاتی۔ مجرم عورتوں کے جسم پر قطران ٹپکایا جاتا۔ گھوڑوں کے ساتھ باندھ کر گھسیٹی جاتیں۔ بھوکی پیاسی ستونوں کے ساتھ باندھ دی جاتیں اور نیچے آگ روشن کر دی جاتی جس کی سوزش سے ان کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرتا اور اس طرح سسک سسک کر ان کی جان نکلتی۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ سترہویں صدی عیسوی میں روما میں اعلیٰ درجہ کے فاضل اور قابل لوگوں کا اجلاس منعقد ہوا جس میں یہ سوال زیر بحث آیا کہ عورت میں بھی روح ہے یا نہیں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب میں عورت کو انتہائی بے وقار سمجھا جاتا تھا۔ بیٹی کی پیدائش کو منحوس خیال کیا جاتا' ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے اور ایک مرد جتنی چاہتا عورتیں رکھ سکتا تھا۔ عورت وراثت میں حصہ دار نہ ہوتی تھی۔ بیوہ ہونے کی صورت میں اسے دوسری شادی کی اجازت نہ تھی۔ عیسائیت میں بھی عورت کی کچھ قدر و منزلت نہ تھی پولوس کا مشہور قول ہے کہ دنیا میں گناہ عورت ہی کے ذریعے آیا۔ عورت کو شیطان کا دروازہ بھی کہتے تھے۔ ہندومت میں عورت فساد کی جڑ خیال کی جاتی۔ ان کا کہنا ہے کہ تمام جھگڑے زر' زمین اور زن سے پیدا ہوتے ہیں لہٰذا ان تینوں پر ذاتی ملکیت ختم کر دینی چاہیئے یہ سب لوگوں کے استعمال کی مشترک چیزیں ہیں رگ وید

میں لکھا ہے کہ عورتوں سے محبت نہیں ہو سکتی۔ عورتوں کے دل فی الحقیقت بھیڑیوں کے بھٹ ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں اگر شادی شدہ عورت کا شوہر مرجاتا تو اس کی بیوی کو بھی ساتھ ہی چتا میں ڈال کر بھسم کر دیا جاتا۔ گویا ان کے نزدیک عورت کی اپنی ذاتی حیثیت نہ تھی بلکہ وہ مرد کے بغیر زندہ رہنے کا حق بھی نہیں رکھتی تھی۔

اسلام دین رحمت ہے۔ اس میں خالق کائنات الرحیم ہے۔ اس کا رسولؐ رحمت للعالمین ہے۔ اسلام نے مخلوق کی ہر جنس کے حقوق کا تحفظ کیا ہے اور فرائض متعین کیے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے جملہ اصول وضوابط معتدل' متوسط اور فطرت کے قریب ترین ہیں۔ عورت کے مقام ومرتبے کا تعین بھی نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ مرد اور عورت مل کر خاندان کی آبادی کا باعث بنتے ہیں۔ مرد افراد خانہ کی معاشی اور دفاعی ضروریات کا ذمہ دار ہے جبکہ عورت مرد کو پر سکون گھریلو ماحول میسر کر کے اسے بیرون خانہ کی مصروفیت کے لئے تیار کرتی ہے اور بچوں کی تربیت کا اہم ترین کام انجام دیتی ہے۔ یہی بچے پروان چڑھ کر مفید اور شریف شہری بنتے ہیں اور اس طرح عورت کے ہاتھوں ایک باعظمت وباکردار قوم وجود میں آتی ہے۔

اسلام منضبط زندگی کا قائل ہے۔ یہاں تک کہ اگر دو مسافر مل کر سفر کریں تو اسلامی تعلیمات کے تحت ان میں سے ایک کو امیر سفر کیا جائے گا اور سفر کے دوران دونوں کی ذمہ داریاں طے کر دی جائیں گی۔ اسی طرح خاندان ایک چھوٹا سا معاشرہ ہے۔ اگر اس میں بدانتظامی اور افراتفری پیدا ہو گئی تو قوم وملت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ لہٰذا مرد کو خاندان میں "قوام" کا درجہ دے کر اسے عورت پر امیر مقرر کیا گیا ہے اور ذمہ داریوں کے بار کی وجہ سے اسے ایک گونہ فضیلت دی گئی ہے۔ مرد اگر محسوس کرے کہ عورت کے اخلاقی نقائص حد درجہ کوشش کے باوجود درست نہیں ہوئے اور نہ درست ہونے کی امید ہے تو انتہائی ناگزیر حالات میں وہ اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ طلاق کا یہ اختیار صرف مرد کو ہے۔ اگر عورت اپنے شوہر کے رویہ سے مطمئن نہ ہو تو وہ مامور ہونے کی وجہ سے خود مرد سے علیحدگی اختیار نہیں کر سکتی بلکہ عدالت کی طرف رجوع کر کے اور اپنے موقف کو ثابت کر کے خلع حاصل کر سکتی ہے۔ میاں بیوی کے درمیان تنازعہ کی صورت میں مرد عورت کو راہ راست پر لانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا اور آخری علاج کے طور پر مرد کو

اجازت ہے کہ وہ جسمانی سزا بھی دے سکتا ہے۔ اگر اس طرح اصلاح کی صورت پیدا ہو جائے تو فبہا' ورنہ مرد طلاق کا حق استعمال کر کے عورت کو علیحدہ کر سکتا ہے۔ اگر مرد اور عورت کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے تو گھرانہ سکون و اطمینان کا گھوارہ ہو گا' جس میں مرد کی امارت اور فضیلت اسے اہل خانہ بشمول بیوی کی خدمت پر مامور کرے گی۔ وہ سربراہ خانہ ہونے کے ناطے عورت کو مناسب رہائش کی فراہمی اور لباس و خوراک اور جملہ ضروریات زندگی کے مہیا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ عورت معاشی فکر سے آزاد گھر کی چاردیواری میں پروقار زندگی گزارتی ہے شوہر کی طرف سے اسے محبت اور الفت ملتی ہے جبکہ اولاد اس کی فرمانبردار اور مامور ہوتی ہے۔

خالق کائنات نے ہر چیز کو مخصوص وظیفے کی ادائیگی کے لئے پیدا کیا ہے اور اس کے فرائض منصبی کے مطابق اسے اعضاء و جوارح دیئے ہیں۔ یہ بات تمام مخلوق حتی کہ جانوروں تک میں پائی جاتی ہے شکاری جانوروں کو رفتار کی چستی اور دانتوں کی تیزی دی گئی ہے اونٹ کے پاؤں اس طرح چوڑے اور گدیلے بنائے گئے ہیں کہ وہ اپنے ماحول یعنی صحرائی علاقوں میں آسانی سے باربرداری کے کام آ سکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ صحرائی ماحول کے مناسب اس کی جسمانی ساخت اس طرح بنائی گئی ہے کہ وہ ریگستان کی شدید تپش میں کئی کئی دن بغیر پانی پئے گزار سکتا ہے۔

عورت کے فرائض منصبی سہ گونہ ہیں اول مرد کو پر سکون خانگی میسر کرنا' دوم افزائش نسل انسانی' سوم رضاعت و تربیت۔ چونکہ یہ سارے وظائف گھر کی چاردیواری کے اندر رہنے کو کہا گیا' پس جب وہ مرد کی طرح گھر سے باہر کی مصروفیات اختیار کرے گی تو کامیاب نہ ہو سکے گی بلکہ اپنے فطری اور حقیقی وظائف کی ادائیگی میں کوتاہی کا سبب بنے گی۔ اور سوسائٹی کے لئے مشکلات پیدا کرے گی۔ وہ بچہ جس کی تربیت میں ماں نے کاوش نہیں کی اور اس کی تعمیر شخصیت میں کمی رہ گئی ہے وہ غیر متوازن بچہ معاشرے پر بوجھ ہو گا اس طرح عورت اپنے دائرہ کار سے تجاوز کرنے کی وجہ سے معاشرے میں بگاڑ باعث بنے گی۔ اسی طرح ایک مرد جب اپنے فرائض منصبی یعنی معاشی اور دفاعی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی بجائے گھر کی چاردیواری کے اندر بیٹھا رہے تو فساد کا باعث ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب عورت اپنی درون خانہ مصروفیات کو

چھوڑ کر بیرون خانہ مرد کے دائرہ کار میں کام کرتی ہے تو وہ عورت نہیں رہتی بقول پروفیسر جیوم فریرو نہ وہ عورت رہتی ہے نہ مرد بلکہ ایک تیسری جنس کا نمونہ بن گئی ہے اور مرد کے لئے اس میں کشش باقی نہیں رہتی۔

کہا جاتا ہے کہ عورتوں کو بیرون خانہ کاموں سے روک کر گھر کے اندر بٹھا کر رکھنا نصف کارکن آبادی کو بے کار کرنے کے مترادف ہے ' لیکن یہ بات وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جو عورت کے وظائف حقیقی سے نا آشنا ہیں اور جنہیں لاشعوری یا شعوری طور پر ملک وملت کی فلاح عزیز نہیں۔ کیونکہ عورت گھر کی چاردیواری میں بے کار نہیں ہوتی بلکہ تعمیر ملت کی اہم ذمہ داری ادا کرتی ہے۔ ایسی ذمہ داری کہ اس کی غفلت سے ملت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اسی حقیقت کو شاعر مشرق نے اس طرح بیان کیا ہے۔

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے آج پھر عورت کے گھر کی چاردیواری کے اندر رہنے اور پردہ کرنے کی مخالفت ہو رہی ہے۔ مغرب میں عورت بیرون خانہ کے مشاغل میں بھرپور حصہ لے رہی ہے۔ چونکہ مغرب مادی ترقی کے اعتبار سے بہت آگے نکل چکا ہے اس لئے اس کی مادی چمک دمک سے مرعوب ہو کر مسلمانوں نے اس کی پیروی میں عورت کو گھر سے باہر کے مشاغل میں مصروف کرنے کی حمایت اور پردہ ترک کر دینے کی خواہش کا اظہار برملا شروع کر دیا ہے۔ حالانکہ خود مغرب میں اس بات کا احساس شدت پکڑتا جا رہا ہے کہ عورتوں کا بیرون خانہ مردوں کے شانہ بشانہ معاشی جدوجہد میں شرکت نتائج کے اعتبار سے معاشرے کے لئے انتہائی مہلک ثابت ہوا ہے۔ علامہ آگسٹ کاؤنٹ اپنی تصنیف النظام السیاسی میں لکھتا ہے "شوہر یا کسی قریبی رشتہ دار کی عدم موجودگی میں سوسائٹی کا فرض ہے کہ عورت کی ضروریات کا اپنی دولت سے انتظام کرے تاکہ اسے معاشی ضرورت سے مجبور ہو کر گھر سے باہر کی زندگی میں مبتلا نہ ہونا پڑے۔ کیونکہ حتی الامکان عورت کی زندگی کو منزلی دائرے میں محدود رہنا چاہئے اور کوشش ہونی چاہئے کہ عورت خارجی زندگی کے مصائب اور تکلیفوں سے محفوظ رہے اور قدرت نے اسے جس دائرے میں محدود کر دیا ہے اس سے باہر نکلنے پر مجبور نہ ہو۔

عورت کا معنی ہے چھپانے کے قابل۔ اسی طرح لفظ مستورات خواتین کے لئے بولا جاتا ہے جس کا مادہ "ستر" یعنی پوشیدہ ہے۔ گویا عورت کا اولین فرض پردے میں رہنا ہے۔ بعض لوگوں کا استدلال ہے کہ دور نبوی میں عورتوں نے جنگ میں بھی حصہ لیا۔ لہٰذا عورتوں کا گھر سے نکلنا درست ہے لیکن یہ استدلال اول اس اعتبار سے غلط ہے کہ عہد نبوی میں کبھی صحابیات نے بھرپور حصہ نہیں لیا بلکہ چند عورتوں کے انتہائی ہنگامی حالت میں میدان جنگ میں نظر آنے کو معمولی تصور کرنا قرین انصاف نہیں۔ دوم پردے کا حکم ۵ ہجری میں نازل ہوا، اس سے پہلے عورتوں کا بے پردہ چلنا پھرنا حجت نہیں۔ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد کبھی عہد نبوی یا عہد خلافت راشدہ میں عورتیں بے پردہ نظر نہیں آئیں۔ سوم انتہائی ناگزیر حالات میں عورتوں کو گھر سے باہر جانے کی اجازت ہے لیکن اس طرح کہ وہ اپنی چادریں اوڑھ کر رکھیں۔ غرض عورت کا ننگے منہ بلا پردہ نظر آنا نہ عقل سلیم سے ثابت ہو سکتا ہے اور نہ اسلامی تعلیمات میں اس کی گنجائش نکالی جا سکتی ہے۔

مغرب کی مادی ترقی کو اوج کمال پر دیکھ کر بعض نادان مسلمان احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور ہر معاملے می ان کی تقلید میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں۔ لیکن یہ طرز عمل سراسر خطا ہے۔ اسلام خود ایک کامل دین ہے اس کی تعلیمات الہامی ہیں اور اقرب الی الفطرت، مادی وسائل کی فراہمی میں مغرب کی ترقی واقعی قابل ستائش بلکہ قابل تقلید ہے لیکن مغربی تہذیب کا وہ تباہ کن پہلو بھی پیش نظر رہنا چاہیۓ جس نے خود مغربی دانشوروں کو اعتراف حقیقت پر مجبور کر دیا ہے۔ انگریز دانش ور سموئیل سماعت اپنی کتاب "کتاب الاخلاق" میں رقم طراز ہے "جو دستور عورتوں کی دخانی کارخانوں میں کام کرنے کی اجازت دیتا ہے اس سے خواہ ملکی ثروت کتنی ہی کیوں نہ ترقی کر جائے لیکن اس میں شک نہیں کہ اس نظام کا نتیجہ حیات منزل کی بنیادیں متزلزل کر دینے والا ثابت ہوا ہے وہ خانہ داری کے طرز زندگی پر حملہ آور ہوا ہے اور اس نے گھرانے اور کنبے کی شاندار عمارت کو منہدم کر کے معاشرت کی بندشیں بالکل توڑ پھینکی ہیں اس حالت نے بیوی کو شوہر اور اولاد کو ان کے رشتہ داروں سے چھین کر ایک ایسی خاص نوعیت اختیار کر لی ہے جس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ عورت کی اخلاقی حالت ابتر ہو جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ عورت کا حقیقی وظیفہ واجبات منزلی کو ادا کرنا تھا۔ اپنے مکان، رہائش کی ترتیب و آراستگی اپنے بچوں کی تربیت اور خانگی ضرورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے وسائل معیشت میں انتظام اور کفایت شعاری برتنا، مگر کارخانوں نے عورت کو ان تمام واجبات سے الگ کر دیا ہے۔ اب گھر گھر نہیں رہ گئے اولاد کو تربیت نہیں ملتی۔ وہ لاپروائی کے عالم میں پڑی رہتی ہے میاں بیوی کے درمیان محبت سرد پڑ گئی ہے۔ عورت کی وہ حالت نہیں رہ گئی کہ وہ ایک خوش مزاج بیوی اور مرد کی محبوب مانی جائے بلکہ اب وہ محنت و مشقت برداشت کرنے میں مرد کی مد مقابل اور حریف بن گئی ہے۔

چونکہ یورپ میں عورت گھر سے نکل کر خارجی زندگی میں الجھ گئی ہے اس لئے انتہائی ترقی یافتہ معاشرے میں آرام و سکون یکسر مفقود ہو گیا ہے۔ دماغی امراض میں اضافہ، خودکشی کی بہتات، طلاق کی کثرت نے مغربی معاشرے کو پریشان کر رکھا ہے کیا مغربی سوسائٹی کا یہ حال ہمارے لئے عبرت کا مقام نہیں ہے؟

اگر ہم ایک مسلمان عورت کی تصویر الفاظ میں کھینچنا چاہیں تو یوں سمجھئے کہ مسلمان عورت فکر معاش سے آزاد، زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ، باحیا اور خانہ دار عورت ہے اگر وہی بیوی ہے تو شوہر اس کی رہائش خوراک، لباس اور راحت و آرام کا ذمہ دار ہے۔ اس کی آرزوؤں اور تمناؤں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اگر وہ بیٹی ہے تو گویا گھر کی شہزادی ہے بھائیوں کی چہیتی ہے باپ کی لخت جگر ہے باپ اس کی خواہشات کا احترام کرتا ہے کیونکہ اس بات پر جنت کی بشارت ہے اگر ماں ہے تو بیٹوں کے لئے اس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے اس کی اطاعت اور خدمت بیٹوں کا فرض ہے وہ اسے آرام و راحت پہنچانے میں اپنی سعادت اور خوش بختی تصور کرتے ہیں مسلمان عورت کو چلچلاتی دھوپ اور کڑاکے کی سردی میں گھر سے باہر دکانوں، کارخانوں یا دفاتر میں کام نہیں کرنا بلکہ ملکہ بن کر گھر گھرہستی کی زندگی گزارنا ہے۔ ہر چیز طلب کرنا ہے جو اسے مہیا کی جائے گی۔ وہ شوہر کی محبت کا مرکز اور آنکھ کا تارا ہو گی۔ اس کی عصمت اور پاک بازی شوہر کی نگاہ میں اس کی قدر و منزلت کو بہت بڑھا دے گی۔ یہی عورت شوہر کے لئے حقیقی سکون فراہم کر سکتی ہے۔ اور اپنی عفیف اور پاکیزگی سے شوہر پر حکومت کر سکتی ہے شوہر قوام ہونے کے باوجود اس کا مامور ہو گا۔